

حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط

جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فائق اسناد ادبیات عربی دہلی یونیورسٹی دہلی

(۵)

۳۱۔ عثمان بن ابی العاص ثقفی کو دستاویز

عثمان بن ابی العاص ثقفی طائف کے ایک تاجر کے بیٹے تھے، رسول اللہؐ نے ان میں صلاحیت دیکھ کر طائف کی گورنری ان کو سونپ دی تھی، اس عہدہ پر وہ پانچ چھ سال فائز رہے، باحوصلہ آدمی تھے، ترقی کے آرزو مند، عمر فاروقؓ نے ان کو بحرین و عمان اور بقول بعض بحرین و یمن کا گورنر مقرر کیا، خلیج فارس کا جنوبی ساحل بحرین کہلاتا تھا، اس پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی، شمالی ساحل پر ساسانیوں کی حکومت تھی، عثمان ثقفی نے ایک بیڑہ تیار کر کے شمالی ساحل پر فوجیں اتار دیں اور چند شہروں پر قابض ہو گئے، انھوں نے یہاں کئی فوجی اڈے بنائے جہاں سے اندرون ساحل کے شہروں پر چڑھائی کیا کرتے تھے۔ خلیج فارس کا یہ شمالی ساحل ساسانی حکومت کے صوبہ فارس کا حصہ تھا، اس کی حدیں مشرق میں کرمان اور مغرب میں خوزستان سے ملی ہوئی تھیں، صوبہ فارس میں پہاڑ، دریا، قلعے بہت تھے اس وجہ سے یہاں تسخیر کا کام بہت دشوار تھا۔ تاہم عثمان ثقفی برابر آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ شیراز تک پہنچ گئے اور اگلے چند سال میں انھوں نے صوبہ کا بیشتر حصہ فتح کر لیا، غالباً ۳۵ھ میں ان کو عثمان غنیؓ نے معزول کر دیا، معزولی کے صحیح اسباب ہمیں معلوم نہیں، لیکن قرآن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعمر کے نئے گورنر عبداللہ بن عامر بن کریم کے اشارہ سے ایسا کیا گیا، عبداللہ ۳۵ھ میں یا کچھ عرصہ پہلے گورنر ہوئے تھے، نو عمر اور بااُمِّگ آدمی تھے، ان کی تمتا ثقفی

کہ مملکت فارس کے غیر مقبوضہ علاقوں کی فتح کا سہرا اُن کے ہی سر بندھے۔ معزولی کے بعد عثمان ثقفی بصرہ میں آباد ہو گئے۔

مدینہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی سے قریب عثمان ثقفی کے لئے ایک مکان خریدا تھا۔ ۳۸ء میں شام سے لوٹ کر جب انھوں نے مسجد کی دیواریں بچتی کوائیں اور اس کا رقبہ بڑھایا تو یہ مکان مسجد سے بے حد قریب ہو گیا، ۳۹ء میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد کی توسیع و تجدید کرائی تو عثمان ثقفی کا مکان اس میں ضم کر دیا، عثمان غنی رضی اللہ عنہ بے حد فراخ دل آدمی تھے، انھوں نے عثمان ثقفی کے دو ہرے خسارہ (معزولی و مکان) کی مکافات کے لئے بصرہ کے پاس اُن کو کافی جائداد اور اراضی عطا کی جس کا اندازہ ہمارے بعض مؤرخین دس ہزار جریب لگاتے ہیں، اس عطیہ کی انھوں نے ایک دستاویز کے ذریعہ توثیق کی جیسا کہ ابھی آپ پڑھیں گے اور اپنے گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ حسب دستاویز عثمان ثقفی کو اراضی دیدیں۔

مضمون دستاویز

بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو یہ دستاویز دی جاتی ہے کہ میں نے تم کو مسند جہ ذیل جائداد و اراضی دی ہو (۱) شط (۲) ابلہ کے سامنے والا مقابلہ؟ نامی گاؤں (۳) وہ گاؤں جو پہلے زیر آب تھا، لیکن جس کو (ابو موسیٰ) اشعری نے درست کر لیا تھا (۴) شط کے سامنے والی زیر آب اراضی و جنگلات، جزائر اور دیر جاہل کے مابین ان دو قبروں تک جو ابلہ کے بالمقابل واقع ہیں۔

میں نے عبداللہ بن عامر کو ہدایت کر دی ہے کہ تم کو اتنی اراضی دیدیں جتنی تم سمجھتے ہو کہ درست کر کے قابل کاشت بنا لو گے، اگر اس اراضی کا کوئی حصہ تم ٹھیک نہ کر سکو تو امیر المؤمنین کو حق ہو گا کہ وہ حصہ کسی ایسے شخص کو دیدیں جو اس

بلکہ ایک جریب لگ جھگ ڈیڑھ سو مرلہ ہو۔

کود دست کرا سکے۔ یہ ارضی اور جائداد میں نے تم کو اس زمین (مکان) کے عوض
دی ہے جو دینہ میں (تو سیع مسجد کے لئے) میں نے تم سے لی ہے اور جس کو میری کمینہ
عمر نے تمہارے لئے خریدا تھا، اس جائداد اور ارضی کی جتنی قیمت تمہارے مکان
کی قیمت سے زیادہ ہو وہ میری طوت سے عطیہ ہے تمہاری معزولی کی مکافات
کے طور پر۔

میں نے عبداللہ بن عامر کو لکھ دیا ہے کہ ارضی کی اصلاح کے کام میں تمہارا
ساتھ تعاون کریں، خدا کا نام لے کر اس کی اصلاح میں لگ جاؤ۔
یہاں خط، ابلہ، جزائرہ اور دیر جاہل وضاحت کے محتاج نہیں۔

خط سے مراد وہ ساری پُر دلدل اور زیر آب ارضی ہے جو دجلہ، فرات کے جنوبی دہانہ پر
ابلہ سے متصل بصرہ کی سمت میں لیکن بصرہ سے بارہ تیرہ میل اور پورا واقع تھی۔

ابلہ، دجلہ، فرات کے دہانہ میں ایک بڑا بندرگاہ تھا جہاں سندھ، ہند، لنکا، انڈونیشیا
اور ملایا وغیرہ سے براہ آب اور مصر، شام، عراق، آسیا صغریٰ اور فارس سے براہ کی سامان تجارت
آتا جاتا تھا، یہ بصرہ کے شمال مشرق میں چار فرسخ (لگ بھگ سترہ انگریزی میل) کے فاصلہ پر
تھا، یہاں سے بصرہ تک ایک نہر تھی جس کو نہر ابلہ کہتے تھے، اس نہر کا بقدر ایک فرسخ شمالی
حصہ قدرتی تھا باقی تین فرسخ (چودہ میل انگریزی) کھودا گیا تھا۔

جزائرہ۔ تن میں جزائرہ ہے جو جزائرہ کی تحریر معلوم ہوتی ہے، ابلہ سے ایک فرسخ
(۱۶ میل انگریزی) جنوب میں بہ سمت بصرہ ایک کھاڑی تھی۔ اس کے سرے پر ایک لمبی
چوڑی جھیل سی بن گئی تھی جس میں مد کے زمانہ میں سمندر کا پانی چڑھ آتا تھا اور برسات
میں بارش کا پانی جمع ہوتا تھا، اس جھیل کو جزائرہ یا آجائہ کہتے تھے، اس جھیل سے بصرہ تک
ایک نہر (نہر ابلہ کا جنوبی حصہ) کھودی گئی جس کی لمبائی تین فرسخ تھی۔

لے بمع البلدان ۵/۶۶۶

دیر جاہل۔ یہ ایک گرجا تھا، اس کے جائے وقوع کی ہمارے اخذ مل نے کوئی مفید وضاحت نہیں کی، ماقوت کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دجلہ نرات کے جنوبی دہانہ پر واقع تھا اور یہاں سے بصرہ کی طرف ایک کھاڑی نکلتی تھی، نیز یہ کہ اس کھاڑی سے عبداللہ بن عامر گورنر بصرہ نے ایک نہر کھدوائی تھی جس کو نہر نافذ کہتے تھے۔

(مجم البلدان ۵/۲۶۵-۲۶۶، کتاب البحر، ص ۱۲۷-۱۲۸، الاستیعاب ۲/۴۸۳-۴۸۴)

۳۸۴، فتوح البلدان ص ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۳، ۳۷۰، کتاب المعاریف ص ۱۱۹-۱۲۰

۳۷ عبداللہ بن عامر گمرز کے نام

حکیم بن جبیلہ بصرہ کا ایک قبائلی لیڈر تھا، اس کا تعلق قبیلہ عبد القیس سے تھا، جو اسلام سے پہلے خلیج فارس کے ساحل پر آباد تھا، اس ساحل کو بحرین کہتے تھے، یہاں آباد قبیلوں کے بہت سے افراد بحری سفر کا تجربہ رکھتے تھے اور بحرین کے جہازوں کے ساتھ مکران سندھ، کچھ گجرات، ہمارا شتر، کرا لا اور لنکا وغیرہ کا سفر کر چکے تھے، چنانچہ پہلی صدی ہجری میں جب عرب فوجیں مکران، بلوچستان، سندھ اور گجرات کی طرف بھیجی جاتیں تو عبداللہ بن عامر نے انھیں کوکنا نڈر، رہبر اور کپتان کی حیثیت سے ان کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ عبداللہ بن عامر نے عثمان میں آباد ہو گئی اور اس کے ساتھ حکیم بن جبیلہ، ۲۹ھ میں بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر نے عثمان فنی کے اشارہ سے ایک کمیشن مکران اور سرحد سندھ کے حالات و وسائل کا جائزہ لینے بھیجا تو حکیم کو اس کمیشن کا لیڈر مقرر کیا، حکیم مکران تک آیا اور واپس جا کر خلیفہ کو مطلع کیا کہ وہ ایک بے آب و گیاہ، وسائل سے محروم علاقہ ہے، بلوچ، جاٹ اور قنص ڈاکوؤں سے بھرا ہوا اور اس قابل نہیں کہ اس پر فوج کشی کی جائے، چنانچہ عثمان غنیؓ کے حکم میں مکران اور سندھ میں کوئی فوج نہیں بھیجی گئی، آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ کچھ دن بعد ہی حکیم نے عثمان غنیؓ کے مخالفوں کی صفِ اول میں جگہ لے لی اور ان کی حکومت کو الٹنے کے لئے جو تحریک چلی ہوئی تھی اس میں ہیرو کا پارٹ ادا کیا، عزت، دولت، رسوخ و سر بلندی کی امنگ اس

مخالفت تحریک کی روح رواں تھی حکیم بن جبیلہ بھی عزت و سر ملندی کا متوالا تھا، گورنر بصیر
ابن عامر بڑے فراخ دست و غیر آدمی تھے، انھوں نے علاج عام کے کام بھی کئے اور اپنی
غیر معمولی فیاضی بلکہ فضا کو حیرت سے بصرہ کے مذہبی و قبائلی اہلیان کو خوش رکھنے کی بھی کوشش
کی، تاہم ایک ایسے شہر میں جہاں درجنوں قبیلے آباد ہوں جن کی تاریخ و روایات مختلف
وہ بھی ہوں، جن کی انگلیں غیر متوازن ہوں اور ایک دوسرے سے متصادم بھی، سب کو خوش
رکھنا ممکن نہ تھا، اس کے علاوہ مدینہ کی سیاسی پارٹیوں کے ایجنٹ اپنا کام کر رہے تھے
اور نو مسلم یہودی ابن سبا اپنا منتر بھونک کر بہت سے دلوں میں حکومت کے خلاف نفرت و
بغادت کے شعلے بھڑکچکا تھا، گورنر بصیر سے جب حکیم کی تمنایں پوری نہ ہوئیں تو وہ مخالف
کیمپ میں چلا گیا، وہ ابن سبا کا راز دار اور جو شیلا کا رکن ہو گیا، شاید ابن سبا کے تحریک
مشورہ کا ہی یہ اثر تھا کہ حکیم ایک شریف آدمی کے مرتبہ سے ایک ڈاکو اور قرآن کی سطح پر آگرا،
ہمارے رپورٹر بتاتے ہیں کہ جب وہ بصرہ کی فوجوں کے ساتھ کسی ہم سے لوٹتا تو مسبا ئی
ذہنیت کی ایک جماعت کے ساتھ فارس کے سرسبز دیہاتوں میں رک جاتا اور وہاں کے
باشندوں کو لوٹ کھسوٹ کر واپس آجاتا، اُس کی دست درازی کی شکایتیں ذمی اور مسلمان
رعایا کی طرف سے خلیفہ کو موصول ہوئیں تو انھوں نے عبداللہ بن عامر کو لکھا:-

”حکیم اور اس جیسے مفسدوں کو حراست میں لے لو اور جب تک اُس کے چال چلن
کی طرف سے اطمینان نہ ہو جائے اس کو بصرہ سے باہر نہ جانے دو“

(تاریخ الامم ۵/۹۰ و استیعاب ۱۲۱/۱ و فتوح البلدان ص ۴۳۸)

۳۳۔ مرکز می شہروں کے مسلمانوں کے نام

قرآن کب اور کس کے ہاتھوں مدون ہوا؟ اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں،
ایک رائے یہ ہے کہ تدوین قرآن کا کام عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں کرایا اور اُس کا محرک
یہ تھا کہ ایک بار انھوں نے کسی آیت کے بارے میں دریافت کیا تو اُن کو بتایا گیا کہ وہ آیت

ایک مسابانی کو یاد تھی جو جنگ یمار میں مارے گئے۔ یہ سن کر عرفاروقؓ نے انا للہ پڑھی اور قرآن جمع کرنے کا حکم دیدیا، قرآن شریف کا کافی حصہ رسول اللہؐ کے عہد میں مختلف چیزوں جیسے چمڑے، ٹہنی اور کھجور کی ٹہنیوں پر لکھا ہوا موجود تھا اور کافی حصہ لوگوں کو حفظ یاد تھا لکھا ہوا حصہ یکجا کر لیا گیا اور جو حفظ تھا اس کو لکھ لیا گیا، عرفاروقؓ نے اعلان کیا کہ جس جس کو قرآن کی کوئی آیت یاد ہو وہ آکر لکھوا دے، لیکن انھوں نے یہ اصرار برتی کہ فرد واحد کی کوئی آیت اس وقت تک نہ لیتے جب تک دوسرا شخص شہادت نہ دے دیتا کہ اُس نے بھی رسول اللہؐ سے وہ آیت سنی تھی، ایک قرآن کمیشن کی نگرانی میں جب سارا قرآن جمع ہو گیا تو اس کو ترتیب دیکر لکھوا لیا گیا، پھر اُس کے چار نسخے تیار کر لئے گئے، ایک کو نہ بھیجا گیا، دوسرا بصرفہ تیسرا شام اور چوتھا مدینہ میں رکھ لیا گیا۔ (کنز العمال ۱/ ۲۸۲)

دوسری رائے یہ ہے کہ عرفاروقؓ قرآن جمع کرنے اور لکھوانے سے پہلے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ان کے قتل کا واقعہ پیش آگیا، تاہم عثمان غنیؓ نے خلیفہ ہو کر یہ کام جاری رکھا، ان کی پالیسی بھی یہی تھی کہ شخص واحد کی کوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کرے جب تک دوسرا اس کی توثیق نہ کر دیتا۔ (کنز العمال ۱/ ۲۸۲)

تیسری اور زیادہ مشہور اور متداول اند غالباً صحیح رائے یہ ہے کہ قرآن کی تدوین و کتابت میں عرفاروقؓ نے کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ یہ کام عثمان غنیؓ کے عہد میں مخصوص حالات کے زیر اثر عمل میں آیا، اکب ۵؛ بقول بعض ۳۵ء میں اور بقول بعض ۳۳ء میں، لیکن متعلقہ اقوال و روایات کے متبع سے اس بات کا غالب قرینہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن جمع کرنے کا کام ۳۵ء میں شروع ہوا اور اس کی تدوین ۳۳ء میں ہوئی۔

عرفاروقؓ نے عرب چھاؤنیوں اور صد مقاموں میں معلم قرآن مقرر کر دیئے تھے جو سب کے سب صحابہ تھے، صحابہ کی جس طرح ذہنی و اخلاقی سطح ایک دہ سرے سے مختلف تھی اسی طرح ان کی یادداشت بھی ایک سی نہ تھی، چنانچہ کسی کو قرآن کی آیتیں اسی طرح یاد

ہیں جیسا کہ رسول اللہؐ نے یقین کی قسمیں اور کسی کے حافظہ میں آیتوں کی ترتیب بدل گئی اور کہیں کہیں الفاظ بھی، زیادہ عرصہ گزرا تھا کہ بڑے صحابہ کی الگ الگ قراتیں مشہور ہو گئیں مثلاً مدینہ میں ابی بن کعب کی قرات، کوفہ میں عبداللہ بن مسعود کی قرات، یسروہ میں ابوہریرہ اشعری کی قرات، حمص میں ابو عبیدہ کی قرات اور دمشق میں ابولہبہ کی قرات ہر صحابی معلم کے شاگرد جب تک اپنے اپنے شہروں میں رہتے کوئی ہنگامہ نہ ہوتا، لیکن جب وہ لام پر جاتے، جہاں مختلف چھاؤنیوں کی فوجیں جمع ہوتیں اور ایک کیمپ میں بود و باش کرتیں تو خطرناک صورت حال پیدا ہو جاتی، ہر چھاؤنی کے عرب نہ صرف اپنی اپنی قرات پر فخر و ناز کرتے اور اپنے اپنے صحابی معلموں کو معصوم عن الخطاء ٹھہراتے بلکہ دوسری قراتوں کا مذاق اڑاتے اور کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ دوسری قرات والوں کو کافر قرار دیدیتے اس قسم کی شکایتیں عثمان غنیؓ کے پاس آتی تھیں، دوسری طرف خود مکرہ خلاف یعنی مدینہ قراتی تعصب کی زد میں آیا ہوا تھا، ایک تابعی محدث ابو قلابہ بتاتے ہیں کہ عثمان غنیؓ کے زمانہ میں جو معلم مدینہ میں بچوں کو قرآن پڑھاتے وہ بڑے صحابہ مثلاً ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود علی بن ابی طالبؓ کے شاگرد تھے، ان صحابہ کی قراۃ ایک دوسرے سے مختلف تھی، اس لئے معلم بھی بچوں کو مختلف قراتوں میں قرآن پڑھاتے تھے، اختلاف قرات سے بچوں کے گھردلے پریشان ہوتے اور معلموں سے اس کی شکایت کرتے تو ان میں سے ہر شخص اپنی قرات کی تعریف اور دوسری قراتوں کی تنقید کرنے لگتا۔ یہ تھے حالات جنہوں نے عثمان غنیؓ کو جمع قرآن اور اس کی تدوین کی طرف متوجہ کیا، یہ عظیم الشان کام جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا کئی برس میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ایک قرآن کمیشن مقرر کیا گیا جس کا کام تھا (۱) قرآن کریم کے بھرے ہوئے اجزاء (مکتوب و محفوظ) کو یکجا کرنا (۲) تعدد قرات کو ختم کر کے وحدت قرات پیدا کرنا (۳) آیتوں کو مرتب کر کے سورتیں بنانا (۴) کل قرآن کو طبع کرنا اس طرح جو قرآن تیار ہوا عثمان غنیؓ نے اس کے متعدد نسخے لکھوائے اور ہر چھاؤنی نیز صدر

مقام کو فرمان ذیل کے ساتھ ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔

”میں نے قرآن کے معاملہ میں ایسا ایسا کیا ہے دلین اختلاف قرأت و ترتیب

کو ختم کرنے کے لئے اس کو مون کر دیا ہے) اس کے جو اجزاء میرے پاس تھے

اُن کو میں نے (دھوکہ) مٹا ڈالا ہے، آپ کے پاس جو مجموعے ہوں اُن

کو بھی (دھوکہ) مٹا ڈالیں۔“ (کنز العمال ۱/۲۸۲، دبیخ کامل ابن اثیر ۲/۴۲)

تن کے الفاظ ہیں ”انی صنعت کذا و کذا“ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کو خطا کے

صحیح الفاظ یاد نہیں تھے اس لئے اس نے جمع و تدریس قرآن کی طرف محض مبہم اشارہ کرنے

پر اکتفا کیا، دوسری غلطی اُس نے یہ کی کہ اپنے اس اشارہ کو عثمان غنی کی طرف منسوب کر دیا۔

۳۴۔ سعید بن عاص کے نام

عرب چھائیوں اور صدر مقاموں میں قرآن کے جتنے نسخے مل سکے وہ سب حکومت

کی زیر نگرانی جمع کئے گئے اور اُن کو پانی اور سرکہ کے مرکب سے دھو ڈالا گیا، حروف

دُھل گئے، کاغذ بچ رہا، دوسری اور زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ نسخے جلادیئے گئے

صرف ایک جگہ مذکورہ بالا فرمان خلافت کی مخالفت ہوئی اور وہ تھا کوثر، یہاں آٹھ نوہر

سے صحابی عبداللہ بن مسعود معلم قرآن و قانون اسلام کے فرائض انجام دے رہے تھے

اُن کے شاگردوں اور معتقدین کا حلقہ کافی بڑا تھا، سرکاری خزانہ کی نگرانی بھی اُن کے

پُرسرد تھی، لیکن عثمان غنیؓ کے زمانہ میں وہ ناراض ہو کر اس سے دستبردار ہو گئے، عبداللہ بن

مسعود کو قرآن سے غیر معمولی شغف تھا، کہا جاتا ہے کہ انھوں نے خود قرآن جمع کیا تھا اور رسول اللہ

کے سامنے اس کی تلاوت کر کے کئی بار نصیح کر لی تھی، اُن کو اپنے اس مجموعے سے جذباتی لگاؤ تھا

اور اس پر فخر کرتے تھے، یہ مجموعہ عثمان غنیؓ کے مرتب کردہ قرآن سے کس حد تک مختلف تھا،

یہ ہم نہیں بتا سکتے، البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس کی ترتیب سرکاری قرآن سے مختلف تھی اور الفاظ

میں بھی کہیں کہیں فرق تھا، خزانہ سے احتجاجی استغفہ دینے کے بعد عبداللہ بن مسعود کا دل

عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی طرف سے مکہ رہو گیا خود ان کی ہمدردیاں مخالفت جماعت سے وابستہ ہو گئیں، وہ خلیفہ اور ان کے گورنروں پر اعتراض کرتے تھے، جب ان سے گورنر سعید نے کہا کہ اپنا مجموعہ دیدہ بیکنے اور آئندہ سرکاری قرآن کے مطابق تعلیم دیجئے تو وہ بہت برہم ہوئے اور اپنا مجموعہ دینے سے انکار کر دیا، تعلقات کشیدہ تو تھے ہی اور زیادہ کڑوے ہو گئے عبداللہ بن مسعود کی زبان طعن کھل گئی، گورنر نے صورت حال سے خلیفہ کو مطلع کیا تو جواب آیا :-

”اسلام اور مسلمانوں کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ عبداللہ

بن مسعود کو یہاں بھیج دو۔“ (تاریخ ابن واضح یعقوبی ۱۲/۴۳۴)

۳۵۔ آشتر نخعی اور ان کی پارٹی کے نام

جیسے جیسے ابن سبا کی تحریک زور پکڑتی گئی اور مدینہ کی تینوں سیاسی پارٹیوں کا اثر اور پوزیشنز اسلام کے مرکزی شہروں میں بڑھ گیا ویسے ویسے عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی مخالفت میں بھی اضافہ ہوتا گیا، ستمبر ۳۳ھ میں حالات اتنے بگڑ گئے تھے کہ خلیفہ نے اپنے صوبائی گورنروں کو مدینہ طلب کیا تاکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی موثر لائحہ عمل بنایا جاسکے، شام سے امیر معاویہ آئے، مصر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، کوفہ (عراق) سے سعید بن عاص، یمن (عراق) سے عبداللہ بن عامر، مصر کے سابق گورنر عمر بن عاص کو بھی مدعو کیا گیا، ان لوگوں اور خلیفہ نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے علاقوں کے حالات سے مطلع کیا، پھر گورنر نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق شورش و بغاوت روکنے کے لئے تجویزیں پیش کیں، کافی غور و خوض کے بعد طے ہوا کہ :-

(۱) جہاں تک ہو سکے عربوں کو وطن سے دور فوج کشی اور فتوحات میں مشغول رکھا جائے تاکہ خوش حالی کے ساتھ فرصت کا خطرہ ناک جوڑ ان کو باغیانہ سرگرمیوں کی طرف مائل نہ کر سکے۔

(۲) باغی اور شرعی عناصر کی تختہا ہیں اور راشن بند کر دیئے جائیں۔

کانفرنس کے فیصلہ کا مخالفین بے صبری سے انتظار کر رہے تھے، آپ کو یاد ہو گا تقریباً سو اہل

پہلے کوفہ کے سربراہ درودہ اور مذہبی و قبائلی لیڈر اشتر نخعی آٹھ نو دوسرے عبادت گاہوں کے ساتھ اپنی باغیانہ حرکتوں کی بنا پر پہلے دمشق اور پھر حمص جلا وطن کر دیئے گئے تھے، حمص کا والی سخت تھا، اس نے اشتر اور ان کی پارٹی کو خوب آرٹے ہاتھوں لیا اور ایسا سخت پکڑا کہ انھوں نے حکومت پر لعن طعن کرنا چھوڑ دیا اور بظاہر نیک سیرت بن گئے، یہ دیکھ کر والی حمص نے اشتر نخعی کو بلایا اور کہا اگر تم مدینہ جا کر اپنی ادب اپنے ساتھیوں کی طرف سے خلیفہ کے سامنے اظہارِ انوس و پشیمانی کر لو گے اور آئندہ نیک چلن رہتے کا وعدہ کرو گے تو تم کو چھوڑ دیا جائے گا، اشتر نخعی مدینہ چلے گئے، اتفاق کی بات کہ گورنروں کی کانفرنس کے وقت وہ مدینہ میں موجود تھے، کانفرنس کی قرارداد معلوم کر کے وہ حمص چلے گئے اور گورنروں کو بتایا کہ خلیفہ نے ان کو اجازت دیدی ہے کہ جہاں چاہیں رہیں، ان کو لوٹے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ کوفہ سے ایک قاصد آیا اور وہاں کے ایک بڑے آدمی کا خط دیا جس میں تھا کہ فوراً کوفہ آ جاؤ، بغاوت کے لئے حالات بالکل سازگار ہیں، یہ بڑا آدمی یزید بن قیس تھا، ابن سبا کا چیلہ اور کوفہ کی مخالفت پارٹی کا سرگرم کارکن، جب سعید بن عاص کانفرنس میں شرکت کے لئے مدینہ روانہ ہوئے تھے تو اس نے بغاوت کی ہم چلا دی تھی، تاہم نائب گورنر اور حکومت کے دیگر وفادار لیڈروں نے شہر میں کھلم کھلا گڑبڑ نہ ہونے دی، یزید بن قیس کا مراسلہ پا کر اشتر اور ان کے ساتھی حمص سے بھاگ نکلے، اشتر جمعہ کے دن کوفہ میں وارد ہوئے اور سیدھے بڑی مسجد گئے، جہاں لوگ نماز جمعہ کے لئے جمع ہو رہے تھے، انھوں نے کہا: حضرات! میں خلیفہ عثمان کے پاس سے چلا آ رہا ہوں، سعید نے ان کو مشورہ دیا ہے کہ کوفہ کے مردوں اور عورتوں کی تختیاں ادا لاؤں کم کر دیئے جائیں، اس خبر سے لوگوں میں ہیجان پیدا ہو گیا، مخالفت پارٹی نے طے کیا کہ ہم سعید کو معزول کرتے ہیں اور کوفہ میں نہیں داخل ہونے دیں گے، کوئی ہزار آدمی یزید بن قیس اور اشتر نخعی کی قیادت میں شہر کے باہر جرحہ نامی مقام پر جو مدینہ سے کوفہ کی سڑک پر واقع تھا خیمہ زن ہو گئے اور جب گورنر سعید مدینہ کانفرنس سے لوٹ کر آ رہے تھے ان کو روک لیا اور

کہا: "لوٹ جاؤ، ہم تمہیں نہیں چاہتے!" سعید نے مزاحمت نہیں کی، بس اتنا کہا: اس لاؤ لشکر لکھا کیا ضرورت تھی، اپنا ایک نمائندہ امیر المومنین کے پاس اور دوسرا میرے پاس بھیجتے آپ کا مقصد پورا ہو جاتا،" اشتر نے طیش میں آکر سعید کے ایک نوکر کو جس نے کہا تھا کہ "امیر" واپس نہیں ہونگے، قتل کر دیا، سعید مدینہ لوٹ گئے، خلیفہ نے پوچھا: کیا مخالفین بغاوت پر آمادہ ہیں؟ سعید: بظاہر وہ میری جگہ دوسرا گورنر چاہتے ہیں۔ عثمان غنی: ان کی نظر انتخاب کس پر ہے؟ سعید: ابو موسیٰ اشعری پر۔ عثمان غنی: میں ابو موسیٰ کی گورنری کی توثیق کر دوں گا۔ بخدا میں نہیں چاہتا کہ کسی کو میری بغاوت کا بہانہ ملے، یا میرے خلاف کوئی دلیل ہاتھ لگے میں صبر کروں گا جیسا کہ مجھے حکم ہے۔ قد اثبتنا ابا موسیٰ علیہم واللہ لا یجعل لواحدا عذرا ولا ینتروا طوحجۃ ولنصبین کما امیرنا۔ اس کے بعد عثمان غنی نے اشتر اور ان کے پارٹی کے نام یہ مراسلہ بھیجا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، واضح ہو کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری کو جنہیں تم نے پسند کیا ہے کو فہ کا گورنر مقرر کر دیا ہے اور سعید (بن عاص) کو اس عہدہ سے ہٹا دیا ہے، بخدا میں اپنی آبرو تمہارے سامنے بچاتا رہوں گا اور میرے گناہوں کا اور جہاں تک ہو سکے گا تمہارے ساتھ مصاحبت رکھنے کی کوشش کروں گا، اس ذاتم بے دریغ اپنے مطالبات پیش کرتے رہو میں ان کو پورا کروں گا، بشرطیکہ ایسا کرنے سے خدا کی معصیت نہ ہوتی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کو میری نافرمانی کا کوئی بہانہ ملے۔" (تاریخ الامم ۵/ ۹۵-۹۶)

۳۶ - ابو موسیٰ اشعری اور حدیفہ بن یمان کے نام

بلاذری نے انساب الاشراف میں سعید بن عاص کی معزولی سے تعلق لکھا ہے کہ اشتر اور ان کی پارٹی کا مطالبہ صرف یہی نہ تھا کہ ابو موسیٰ اشعری کو گورنر بنایا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے تھے ایک دوسرے صحابی حدیفہ بن یمان کو مالیات کا ذریعہ یا ڈاکٹر مقرر کیا جائے بالفاظ دیگر مخالفت

جماعت ابو موسیٰ کے اختیارات مذہبی و عام انتظامی معاملات تک محدود رکھنا چاہتی تھی، حذیفہ عمر فاروق کے عہد میں مالیات عراق کے وزیر رہ چکے تھے، فوجی کمانڈر بھی تھے، انھوں نے کوفہ کے ماتحت علاقوں کی فتوحات میں حصہ لیا تھا اس سلسلہ میں اشتر کے رزل کا ذکر کرتے ہوئے بلاذری کے راوی کہتے ہیں، اشتر نے ولید بن عقیقہ کا گھر لٹا دیا، اس میں سعد بن عاص کا روپیہ اور سلمان بھی تھا، لوگ مکان کا دروازہ تک اکھیڑ لے گئے، اشتر ابو موسیٰ سے ملے اور کہا: آپ اہل کوفہ کی مذہبی قیادت کیجئے اور حذیفہ (بن یمان) ماتحت علاقوں اور خراج کی نگرانی کریں، پھر اشتر نے عثمان غنیؓ کو یہ مراسلہ بھیجا۔

”مالک بن عمار کی طرف سے مبتلائے آزمائش، خطا کار، سنت و قرآن سے منحرف خلیفہ کے نام تمہارا خط موصول ہوا۔ تم اور تمہارے حاکم جب ظلم و ستم نیز نیکوکاروں کو جلا وطن کرنے سے باز آجائیں گے اس وقت ہم بھی تمہاری اطاعت کریں گے تم کہتے ہو کہ ”ہم اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں“ یہ تمہاری خام خیالی ہے جس نے تم کو تباہ کیا ہے اور جس نے جو رو ستم کو تمہاری نظر میں عدل اور باطل کو حق بنا کر پیش کیا ہے، ہماری وفاداری مطلوب ہو تو پہلے اپنی بد اعمالیاں چھوڑو، تو بہ کرو، خدا سے معافی مانگو اپنی ان زیادتیوں کی جو تم نے ہمارے اوپر کی ہیں، ہمارے صالح لوگوں کو شہر بدر کر کے ہمیں جلا وطن کر کے اور نوجوانوں کو ہمارا گورنر بنا کر، اس کے علاوہ ہمارے شہر کا دالی ابو موسیٰ اشعری اور (ناظم مالیات) حذیفہ کو بناؤ۔ ہمیں ان دونوں پر اعتماد ہے۔“

انساب کے رپورٹر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے یہ خط پڑھ کر کہا: مالک میں تو بہ کرتا ہوں، پھر ابو موسیٰ اور حذیفہ کو یہ مشترکہ فرمان بھیجا۔

”تم کو اہل کوفہ نے پسند کیا ہے اور مجھے تمہاری لیاقت اور کلمہ کر دگی پر اعتماد ہے، تم اپنے عہدہ کا چارج لے لو اور راست بازی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دو، خدا سے دعا ہے کہ میری اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے۔“ (انساب الاشراف بلاذری ۵/۱۴۶)